باب سوم

علمی پیش رفت میں مسلمانوں کی خدمات

تدریسی مقاصد

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

اسلام میں علم کی اہمیت سے واقفیت حاصل کر سکیں نیز مسلمانوں کے شاندار علمی ماضی اور مختلف علوم میں مسلمانوں کی خدمات سے آ گہی حاصل کرتے ہوئے ان میدانوں میں آگے بڑھنے کا جذبہ اپنے اندر بیدار کر سکیں۔

الف۔ اسلام سے قبل دنیا کی علمی حالت

اسلام سے پہلے چین، ہندوستان، مصر، بابل، اشوریا، یونان اور روما، علم کے مرکز مانے جاتے تھے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یونان کے علاوہ باقی ملکوں کے علوم کو علوم کہنا، علم سے ناانصافی کرنا ہے۔

بابل، اشوریا اور مصر کے علوم زیادہ تر خرافات و توہمات، سحر اور جادو کا مجموعہ تھے۔ چین اور ہندوستان بھی سحر و طلسم کی فضا میں سانسیں لے رہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چین نے اخلاقیات میں اور ہندوستان نے الٰہیات، ہیئت اور طب میں کچھ قدم آگے بڑھائے تھے۔ روما کا رشتہ علم سے برائے نام رہا، اور صرف یونان کا علم کے ساتھ تعلق رہا۔ رومن قوم کا مزاج علمی نہ تھا۔ یہ مادہ پرست قوم تھی، ملک گیری، شہنشاہی، لوٹ مار اور قوموں کو غلام بنانا، اس کا من پسند مشغلہ تھا۔

یونان میں بلاشبہ بلند پایہ حکماء (فلاسفہ) پیدا ہوئے اور انہوں نے انسانی ذہن و دماغ کے لیے نہایت قیمتی مواد بہم پہنچایا۔ اصل یونان تمام پیش رو متمدن ملکوں کے علوم کا لائق وارث تھا۔ خاص طور پر مصر، بابل، اشوریا کے علوم اسی کو منتقل ہو گئے تھے، اسی لیے قدیم دنیا میں یونان آفتاب بن کر چمکا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے عقلی علوم کا سرچشمہ بھی یونان ہی بنا۔ مگر یونان میں بھی علم کا دائرہ، چند افراد میں محدود رہا اور جب وسعت پیدا ہوئی تو علم کی جگہ ایک قسم کی ذہنی عیاشی نے لے لی۔ یونان کے حکماء وفلاسفہ لائق تعظیم ہی سہی مگر اس واقعہ سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دوسرے ملکوں کی طرح یونان میں بھی علم نہ کبھی عام ہوا، نہ روزمرہ کی زندگی میں انسان کا رہنما بن سکا۔ قدیم دنیا میں علوم کے عام نہ ہونے کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ تحریر و کتابت کو ہر ملک میں ایک خاص گروہ نے اپنے لیے مخصوص کر لیا تھا اور دوسروں پر اس کا دروازہ بند تھا۔ مصر کا ہیروگلفی خط، بابل کا میخی خط اور چین کا طلسماتی خط، عام نہ تھا تھوڑے سے آدمی جو ایک خاندان یا ایک طبقے کے ہوتے تھے، اسے جانتے اور برتتے تھے۔ علم سینہ بسینہ چلتا تھا۔ کتابیں لکھی جاتی تھیں، یاد کر لی جاتی تھیں اور یاد کرادی جاتی تھیں۔ کیونکہ علم خاص خاص طبقوں کی میراث تھا اور دوسروں میں اس کی اشاعت ممنوع تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ علم تھا، چند نفوس میں محصور ہو کر رہ گیا اور ایک قسم کا طلسمی راز بن گیا تھا۔

دنیا کی تمام تہذیبیں، دین و مذہب کی بنیادوں پر استوار ہوئی تھیں، مگر اسلام کے علاوہ کسی دین نے بھی اپنی دعوت کی اساس علم و عقل پر نہیں رکھی۔ تمام دینوں نے اپنی دعوت میں عقل و استدلال سے نہیں، صرف معجزات و خوارق سے عقل انسانی کو مخاطب نہیں کیا۔ عقل سے کام لینے کا حکم بھی نہیں دیا۔ اسی لیے قدیم دنیا میں علم کی اہمیت بھی تسلیم نہ کی گئی۔ لوگ اندھی تقلید، جمود، توہمات، خرافات کی دلدلوں میں دھنستے چلے گئے۔ یونان ایک ایسا ملک تھا جہاں علم کو سانس لینے اور پھلنے کا موقع ملا۔ لیکن اس کے باوجود یونان بھی ایسے علم وعلماء کو برداشت نہیں کرتا تھا جو اس کے توہمات کا ساتھ نہ دیں۔ وہ یونان ہی تھا جس نے سقراط جیسے حکیم کو زہر کا پیالہ پلایا وہ یونان ہی تو تھا جہاں افلاطون مخصوص شاگردوں کے

علاوہ کسی کے سامنے اپنے علمی خیالات ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔ وہ یونان ہی تو تھا جہاں سے یوریپڈیز کو بھاگنا پڑا تھا۔ وہ یونان ہی تو تھا جہاں انقلس سنگ سار ہوتے ہوتے بچا۔ اور وہ یونان ہی تو تھا جس کے رئیس الفلاسفہ ارسطو کو محض اس لیے سے فرار ہو جانا پڑا کہ اس کا علم، اس کے ہم وطنوں کے توہمات کا ساتھ نہ دے سکتا تھا۔

مسیحی دین (عیسائیت) اپنے وطن ایشیا سے کہیں پہلے یورپ میں پھلا پھولا۔ مگر مسیحی دین یورپ کو لے بھی روما کی سلطنت جہانگیر و جہاں دار تھی لیکن مسیحی دین قبول کرتے ہی سلطنت کو گھن لگنا شروع ہو گیا اور یہ گھن سلطنت کو کر کے ہی دور ہوا۔ مسیحیت کا چنگل جب تک مضبوط رہا، یورپ جہل و جمود کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبا رہا۔ یورپ میں مسیحیت کو دوسری صدی عیسوی میں عروج حاصل ہو چکا تھا۔ عیسائیت رومن دنیا کا سرکاری مذہب قرار اس واقعہ سے پہلے عیسائیت یورپ میں بہت مظلوم تھی۔ اب دفعتاً اقتدار پا کے خود ظلم و جور کا نمونہ بن گئی اور دوسرے ہی کو نہیں، بلکہ تمام قدیم علوم و فنون کی جڑ بھی اکھاڑ پھینکنے کی اس نے پوری کوشش کی۔ مسیحیت کی علم دشمنی چند جاری رہی، جس نے یورپ کو اسفل السافلین میں دھکیل دیا تھا۔ کلیسا کی یہ علم دشمنی اس زمانے تک ہی نہیں رہی جسے پر ''عہد تاریک'' کہا جاتا ہے اور جس میں پوپ (POPE) کو دنیاوی اقتدار بھی حاصل تھا، بلکہ پوپ کے اختیارات ہو جانے کے بعد بھی کلیسا علم کی بیخ کنی پر کمر بستہ رہا۔

ب۔ اسلام سے پہلے عربوں کے حالات

عرب سادہ مزاج تھے ان کے قومی اخلاق میں سخاوت، مہمان نوازی، ایفائے عہد، اخوت، شجاعت اور کے اوصاف نمایاں تھے۔ وہ آزادی کے شیدائی اور زبان دانی میں بے مثال تھے۔ عربی شاعری حقیقت نگاری کا اسلام سے پہلے عربوں کی زبان میں پختگی اور وسعت آ چکی تھی۔ بے شمار نظمیں زمانہ جاہلیت کی طرف منسوب ہیں لٹکائی جانے والی سات مشہور نظمیں اسی عہد کی یادگار ہیں۔ نثر میں بھی بہت سی مطبوعہ تقریریں، ضرب الامثال کاہنوں اور حکموں (پنچوں) کے فیصلوں کی صورت میں ان کی یادگاریں ہم تک پہنچیں۔ ان کے دیکھنے سے اندازہ زمانہ جاہلیت کے عربوں میں بلاغت، ظرافت، حسن ذوق اور وسعت نظر کا معیار بلند تھا۔ عرب تمام غیر عربوں کو عجمی کہتے تھے۔ قدیم حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں تعلیم گاہیں تھیں۔ چنانچہ مکہ کے قریب ایک ایسی میں قبیلہ ہذیل کی ایک عورت ظلمہ نے بچپن میں تعلیم پائی تھی۔ ورقہ بن نوفل مکے کا ایک باشندہ تھا جس نے زمانہ جاہلیت توریت اور انجیل کو عربی میں منتقل کیا۔ غالباً یہ مکے کے اہل علم تھے جنھوں نے عربی زبان کو سب سے پہلے ایک تحریری حیثیت عطا کی تھی جیسا کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کے واقعے سے ظاہر ہے ادبی ذوق زمانہ جاہلیت میں صرف عربوں میں

بلکہ عرب میں رہنے والے دوسرے قبیلوں میں بھی موجود تھا۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے ایک بیت المدارس قائم کر رکھا تھا جو ایک نیم عدالتی اور نیم تعلیمی ادارہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں عربی زبان میں لکھنے پڑھنے کے کئی الفاظ ملتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عربی زبان کی پختگی اور وسعت، چند لوگوں کے لکھنے پڑھنے میں مہارت، مدینے میں بیت المدارس کی موجودگی، عربوں کا شعری ذوق اور قصہ خوانی کی مجالس کے باوجود عرب معاشرہ جاہلیت کا شکار اور تہذیب سے عاری تھا۔

سرزمینِ عرب میں کتابت کی ابتداء

کتابت تہذیب وتمدن کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ اسی وجہ سے مصری اور فینقی لوگ اس فن میں سب سے پیش پیش تھے جبکہ دیہاتی خانہ بدوش اس سے ناواقف تھے۔ عربوں میں سے بھی اسی خطہ کے بعض لوگ اس سے آشنا تھے جو تہذیب سے آراستہ تھے اور وہاں کی آبادی ترقی یافتہ تھی۔

یمنی لوگ جو رسم الخط استعمال کرتے تھے اسے وہ اپنی لغت میں ''مسند'' کہتے تھے۔ وہ کتابت میں جدا جدا حروف لکھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ رسم الخط بذریعہ وحی حضرت ھود علیہ السلام کے کاتب پر نازل ہوا ہے۔

عرب زبان دان

عرب ان قوموں میں سے ایک ہے جس کو مورخین اپنی اصطلاح میں سامی اقوام (سام بن نوح کی اولاد) کہتے ہیں۔ جو بابلی، اشوری عبرانی، آرامی اور حبشی اقوام ہیں۔ دراصل تمام اقوام کی جڑ ایک ہی ہے۔

عربی زبان سامی زبانوں میں سے ایک ہے۔ یہ ایک ہی جڑ سے پھوٹی اور ایک ہی زمین سے پیدا ہوئی ہے۔ جب گنجان آبادی کی وجہ سے سامی قومیں مختلف مقامات کی طرف نکلیں تو آپس کی جدائی اور دوسروں کے میل جول کی وجہ سے ان کی زبانوں میں اختلاف ہونا شروع ہوگیا۔ تعلقات کے انقطاع، ماحول کے اثرات اور مدت کی درازی کی بنا پر یہ اختلاف بڑھتا گیا حتیٰ کہ ہر لہجہ مختلف زبان بن گیا۔

سامی اقوام میں عرب لوگ فطرتاً شاعری پر عبور رکھتے تھے۔ عربوں کے دلوں میں شاعری کی تاثیر اور شاعروں کی جو قدر و منزلت تھی، تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اس سلسلے میں اعشیٰ ، حسان ، بنو عبدالھد ان کے قصے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جس طرح عرب خارجی اثرات سے پاک تھے اس طرح صحیفہ فطرت کے سوا ہر قسم کے کتابی علم سے ناآشنا تھے۔ یعنی اس کے ذریعے سے وہ دوسری اقوام کے دماغی اثرات سے محفوظ تھے۔ وہ امی تھے تاکہ ایک امی معلم کی زبانی تعلیم کے قبول کرنے کے لیے ہر طرح سے تیار رہیں۔

عرب ذہین اور حافظہ کے تیز تھے، ان کو اپنی یاداشت کے لیے تحریری اوراق اور وسعتوں پر بھروسہ کرنے کے بجائے خود اپنے دماغ پر بھروسہ کرنے کی عادت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کا ذہن اور حافظہ بہت قوی تھا۔ یہی سبب ہے کہ ان کے شعراء اپنے بڑے بڑے قصیدوں کو زبانی پڑھتے تھے جو کچھ کہتے تھے اس کو زبانی یاد رکھتے تھے۔

دنیا اور عرب کی سرزمین اسی ظلمت میں تھی کہ صبح سعادت نمودار ہوئی اور خورشید نبوت کے طلوع کا غلغلہ برپا ہوا، ظلمت شب کافور ہوئی اور تھوڑی دیر میں ذرہ ذرہ سورج کی کرنوں سے پُر نور ہو گیا۔ جزیرہ نما عرب میں وہ نورِ مبین چمکا جس کی روشنی نے عالم کو منور کر دیا۔ اسلام کی روشنی نے بدتہذیبوں کو تمدن کا علمبردار بنا دیا۔

اسلام سے قبل عربوں کا تعلیمی پس منظر

سرزمین عرب پر تعلیمی صورتحال انتہائی ابتر تھی۔ لوگ صحراؤں میں رہتے اور خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس وجہ سے کوئی باقاعدہ تعلیمی نظام وجود میں نہ آسکا۔ زمانہ جاہلیت میں جو تعلیم کی جھلک نظر آتی ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

۱۔ زبان دانی

اہل عرب کو اپنی زبان دانی پر فخر تھا اس لیے وہ باقی دنیا کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے۔

۲۔ خواندگی:

خواندگی کی شرح کم تھی تاہم جو لوگ پڑھے لکھے تھے وہ اپنی قادر الکلامی کی وجہ سے عرب معاشرے پر چھائے ہوئے تھے۔

۳۔ لکھنے پڑھنے کا سامان:

ایسے آلات کا سراغ ملا ہے جو پڑھنے لکھنے میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً لوح، مرقوم، کاتب، کتب، صحف، قرطاس۔ اس کا مطلب ہے کہ عرب کے بے شک چند لوگ ہی پڑھے لکھے سہی لیکن تعلیم بہرحال ابتدا ہی میں موجود تھی۔

۴۔ بعثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت تعلیمی صورتحال:

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت شہر مکہ میں تقریباً اٹھارہ افراد تعلیمی مہارتوں سے ابتدائی حد تک واقف تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیمی صورتحال انتہائی پس ماندہ تھی اور اہلِ عرب علم کے نور سے محروم تھے۔ شاعری میں تو بہت آگے نکلے ہوئے تھے لیکن باقاعدہ تعلیمی اداروں کا رجحان نہ تھا۔

ج۔ اسلام کا ترویجِ علم میں رویہ

مفہوم

علم کے معنی 'جاننا' ہیں علم کے ذریعے انسان کو روشنی ملتی ہے۔ اس روشنی کی مدد سے وہ اندھیروں سے نکل آتا ہے غلط کے رستے پر چلنے کے بجائے سچے اور سیدھے رستے پر چلتا ہے۔

قرآن مجید کی روشنی میں علم کی اہمیت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر علم کی فضیلت اور اہمیت کو بیان کیا ہے۔ چند عنوانات کے تحت علم کی اہمیت کو بیان کیا جاتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو علم سکھایا"

ارشاد باری تعالیٰ ہے "اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا" (العلق: ۵)

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تعلیم ایک مقدس عمل ہے۔ جو خود اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے سر انجام دیا جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے "اس نے آسمان اور زمین کی ہر چیز کو تمہارے لیے مسخر کر دیا"۔ حقیقت میں یہ آیت کریمہ انسان کو دعوت فکر دے رہی ہے کہ وہ کائنات کی ہر اس چیز پر غور کرے اور یہ غور و فکر ہی وہ عمل ہے جس نے انسان کو اس قابل بنایا کہ مختلف قسم کے سائنسی انکشافات کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اور زیورِ علم سے آراستہ کیا اللہ تعالیٰ نے علم کے ذریعے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں پر برتری عطا کی۔

سورۃ المجادلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (المجادلہ : ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے مومنین کے درجے اور اہلِ علم کے درجے بلند کرے گا۔

سورۃ فاطر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (28)

ترجمہ: خدا سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو صحیح معنوں میں عالم ہیں۔

علم کی اہمیت: احادیث کی روشنی میں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں بھی علم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔ درج ذیل احادیث علم کی فضیلت پر روشنی ڈالتی ہیں۔

- علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (سنن ابن ماجہ)
- عالم کو عابد پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر (سنن ابی داؤد)
- علم سیکھو اس لیے کہ یہ حلال و حرام میں تمیز سکھاتا ہے اور اہلِ جنت کا راستہ بتاتا ہے۔ وحشت میں انس و محبت پیدا کرتا ہے، تنہائی کا ساتھی ہے، مسرت و تنگدستی میں رہنما ہے، دشمنوں کے مقابلے کا بہترین ہتھیار ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قوموں کو عروج عطا کرتا ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ 1/166 واخلاق العلماء للآجری)
- علم دنیا اور آخرت میں فلاح کا ذریعہ ہے۔
- جو شخص علم کے بارے میں بات چیت کرتا ہے تو وہ گویا خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، جامع بیان العلم وفضلہ)
- طالب علم کے لیے فرشتے اپنے پَر بچھاتے ہیں (ابن ماجہ ومسند احمد)

د۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اشاعت علم

قبل از اسلام اہل عرب کے ہاں علمی اور تدریسی روایت موجود نہیں تھی اور وہ تہذیب اور تعلیمی مراکز سے دور صحراؤں اور ریگستانوں میں سادہ اور فطری زندگی گزارتے تھے۔ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے مرکزی شہر مکہ میں مبعوث ہوئے جہاں صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

امی عربوں کے امی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ یہ تھی۔

CAMPUS

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔

گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی دنیا میں اشاعت علم وحکمت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم بنانے والی ہستی خود ذات باری تعالیٰ ہے۔ دنیا کے جدید اور قدیم علوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیوض و برکات ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مدینۃ العلم یعنی علم کا شہر ہیں اس کے باوجود آپ ہمیشہ علم میں اضافہ کی دعا کرتے تھے۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

اے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

ظہور اسلام سے قبل عرب جہالت کا گہوارہ تھا۔ پڑھے لکھے لوگ انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے۔ اسلام نے لکھنے اسقدر زور دیا کہ عرب کے جاہل بھی زیورِ علم و حکمت سے آراستہ ہو کر علمی مجالس کی زینت بننے لگے۔ خلافتِ دور میں اسے ترقی ملی۔ جابجا علمی مراکز قائم ہوئے۔ حکام و عمال کے فرائض میں ایک فریضہ یہ تھا کہ علم کو فروغ امراء اچھے خاصے تعلیم یافتہ تھے۔ شہروں میں معلم مقرر کیے گئے جو کتاب و سنت کی تعلیم دیتے تھے۔ علم کی طلب نہ تھی بلکہ دین اسلام کی خدمت تھی۔ مسجدیں اور مکتب قائم تھے، لوگوں کو فقہ، حدیث اور قرآن کی تعلیم دی جاتی دور میں علم کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ لوگ دیوانہ وار اس متاعِ عزیز کو حاصل کرنے کے لیے مصروفِ سعی تھے۔

ہجرت کے بعد سے سیاسی معاہدات، سرکاری خط و کتابت، فوجی مہمات میں جانے والے رضا کاروں کی فہرستیں، مات مثلاً مکہ، نجد، خیبر وغیرہ میں مقرر کردہ نامہ نگاروں کے مراسلات، مردم شماری اور اس طرح کے بہت سے خواندگی کو ترقی دینے میں مددگار رہتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقریباً تین سو خطوط تاریخ کے میں محفوظ ہیں حالانکہ صحیح تعداد اس سے بہت زیادہ ہونی چاہیے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت جزیرۃ وسیع علاقے پر قائم ہو چکی تھی اور اسلامی تحریک ہمسایہ ممالک سے بھی لاتعلق نہیں تھی۔

فروغ کے سلسلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی اصلاحات بھی قابلِ ذکر ہیں۔ مثلاً عرب مہر لگانے کا رواج سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کی ضاحت کی تاکید فرماتے تھے مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کاغذ موڑنے سے پہلے اس کی ٹی ڈال کر خشک کرلو"۔

ترویج علم

یہ شرف اور افتخار صرف اسلام کو حاصل ہوا ہے کہ اسے بنی نوع انسان کو علم کی صحیح قدر و قیمت سے آگاہ کیا۔ نیز اس نے علم و تعلیم کے دروازے امیر و غریب، مرد و عورت اور چھوٹے بڑے سب پر یکساں کھول دیے بلکہ حصول علم ہر مسلمان کے لیے لازم کر دیا اور حکومت اسلامی کے فرائض میں مفت تعلیم کی سہولیات لازمی ٹھہرائیں۔

مکی زندگی اور تعلیمی حکمت عملی

اسلام کا پہلا مدرسہ دارِ ارقم

دنیا کی کسی مقدس کتاب نے تعلیم کو وہ اہمیت نہیں دی جو قرآن دیتا ہے۔ بعثت کے ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ایک مدرسہ کھول دیا۔ کوہ صفا کی بلندی پر حضرت ارقم رضی اللہ عنہ جو اولین اسلام لانے والوں میں سے تھے، کے گھر میں اسلام کا پہلا مدرسہ قائم ہو گیا۔ ساری تعلیم زبانی تھی۔ جو لوگ مسلمان ہو جاتے تھے چھپ چھپ کر اس گھر میں جمع ہو جاتے تھے اور قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس زمانے میں دو وقت کی نماز فرض تھی، مغرب اور فجر۔ قرآن کا جو حصہ نازل ہوتا، صحابہ کرامؓ اسے سیکھتے اور زبانی یاد کر لیتے۔ ہجرت سے پہلے مدینے کے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں روانہ کیا تھا وہ وہاں لوگوں کو قرآن مجید سکھاتے تھے اور نماز کی تعلیم دیتے تھے۔ سعد بن العاص رضی اللہ عنہ خوش نویس آدمی تھے۔ انہوں نے لوگوں کو تحریر و کتابت سکھانا شروع کر دی۔

صُفّہ:

نبی کریم ﷺ نے مدینہ تشریف لا کر سب سے پہلا جو کام کیا وہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر ہے۔ مسجد اسلام کی اولین تعلیم گاہ ہے جہاں استاد و شاگرد جمع ہوتے اور درس و تدریس کی محفل جمتی ہے۔ مسجد مختلف کاموں کا مرکز ہے۔ اس لئے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے مسجد تعمیر کی۔ مسجد کے داہنے ہاتھ ایک چبوترا بھی بنایا گیا جس کو صُفّہ کہتے ہیں۔ نو وارد مہمان

... میں قیام کرتے تھے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما ہوتے تھے تاکہ ہر آنے والے کو پتہ چلے کہ ... کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید اور دین ... تعلیم دیتے تھے۔ مدینہ میں یہ اسلام کا تبلیغی مرکز تھا۔ عام طور پر اطراف مدینہ سے اور دیہات سے نئے مسلمان آتے، ... قیام کرتے، قرآن مجید اور دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

... مرکز علم

... اسلامی سیاست میں مدینہ کو مرکزیت حاصل تھی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقل قیام مدینہ میں تھا۔ ... تعلیم کا مرکز بھی مدینہ ہی تھا۔ ابتدائی دور میں دوسرے قبیلوں میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ اس لیے مرکز کی حفاظت ... مسلم آبادی کی ضرورت تھی۔ آبادی اور تعلیمی اشاعت کے مسئلے سے نپٹنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ... مسلمان قبائل کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ بہت سے بیرونی قبائل مدینہ آ کر آباد ہو گئے۔ مدینہ میں آبادی کی کثرت ... مرکزیت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ مسلمانوں کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ بھی مسجدیں تعمیر کرنی پڑیں۔

... تعلیم کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوششیں

... مدینہ میں ہجرت کے دوسرے سال جنگ بدر واقع ہوئی۔ اس جنگ میں قریش کے کچھ آدمی قید ہو گئے تھے۔ ان ... تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دس افراد کو کتابت سکھا دے گا تو اسے رہائی مل جائے ... ان کا زر فدیہ تصور ہوگا۔ تاریخ عالم میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے کہ حکمران نے رقم وصول کرنے کی بجائے ... بنوانے کو ترجیح دی۔

... جن قبائل کے وفود مسلمان ہونے کے لیے آتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ... تعلیم یافتہ افراد کو دیہات میں قبائل کے پاس بھی بھیجتے تھے۔ وہ وہاں جا کر دین کی تعلیم دیتے تھے۔

CAMPUS

تعلیمی ادارے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم و تدریس کے لیے مختلف حلقے اور مختلف سطحیں مقرر فرمائیں۔ ایک عموی تعلیم کا تھا دوسرا حلقہ عورتوں کی خصوصی تعلیم کا تھا۔ جس کے لیے ہفتے میں ایک دن مخصوص کر دیا تھا اور حضرت رضی اللہ عنہا کو مامور کیا گیا تا کہ وہ نظامِ معاشرت میں خواتین کو تعلیم دے سکیں۔

تیسرا حلقہ خاص خاص موقعوں پر خاص خاص افراد کو انفرادی طور پر تعلیم و تربیت دینے کا تھا۔

چوتھا حلقہ باہر سے حصول تعلیم کے لیے آنے والے وفود کو انفرادی طور پر تعلیم و تربیت دینے کا تھا۔

علوم وفنون میں مسلمانوں کی خدمات

قرآن مجید کی رو سے انسان کو تمام مخلوقات پر صرف علم کی بدولت ہی برتری حاصل ہے۔ صاحب علم کی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: "تم میں سے جو لوگ ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئے اور جن کو علم کی دولت سے نوازا گیا اللہ تعالیٰ درجات کو بلند کرے گا۔" (سورہ المجادلہ آیت 11)

مسلمان اس قدر سرگرمی اور تن دہی سے علم وحکمت کی تلاش میں سرگرداں ہوگئے کہ انسانی تاریخ میں اس سرگرمیوں کا اور کہیں سراغ نہیں ملتا۔ اسلام کے تبلیغی دین ہونے کا فطری نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں اسلامی تہذیب و ثقافت اقوام کے عقائد، اخلاق ومعیشت اور معاشرت پر گہرا اثر ہوا جو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہاں مسلمانوں نے دیگر ایسی تحقیقات قبول کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی جن کا تعلق علوم طبیعیہ سے تھا۔ مسلمانوں نے اس وقت تک کے ترکہ سمیٹا اسے اوہام وخرافات سے پاک کیا۔ نئی تحقیقات کی بنیاد رکھی۔ اس امر کی مثال نہ پہلے تھی نہ اب تک ہے اور امراء اپنے محلوں سے اُٹھ کر کتب خانوں اور رصد گاہوں میں جاتے تھے۔ وہ اہلِ علم کے خطبات سنتے اور ان سے ریاضی کے متعلق مذاکرات کرتے تھے۔

عربوں کو ایران وشام سے جو یونانی علوم کا ذخیرہ ملا انہوں نے صرف اس کی طرف توجہ پر ہی اکتفا نہ کیا پر تنقید بھی کی۔

۵۔ خلافتِ راشدہ سے عصرِ عباسی تک مسلمانوں کی علمی خدمات

خلافتِ راشدہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں چار حضرات یکے بعد دیگرے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ یہ چاروں اصحاب دربارِ رسالت کے تربیت یافتہ تھے۔ چونکہ نورِ نبوت سے براہِ راست ہدایت یافتہ تھے اس لیے راشدین کہلائے اور ان کا عہد خلافت راشدہ کے نام سے مشہور ہوا۔ خلفائے راشدین نے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ سرورِ کائنات کے نقشِ قدم پر چل کر جمہور مسلمانوں کو اسلامی زندگی کا عادی بنائیں۔ ہر کام پر خدا تعالیٰ کی رضامندی، عوام کی فلاح و بہبود اور اتباعِ سنت ان کا مقصدِ حیات تھا۔

اس وقت علم کا بیشتر سرمایہ قرآن و سنت کی تعلیمات تھیں۔ فقہ کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ فقہ حکومت، عبادات، معاملات اور ذاتی و اخلاقی کردار کے بارے میں تمام قوانین وقواعد کے علم کا نام ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بلند پایہ فقہاء تھے۔ خلافت راشدہ میں احادیث کے مجموعے لکھے گئے۔

خلافتِ راشدہ میں علمی خدمات

خلفائے راشدین کے عہد میں مسلمانوں میں شرح خواندگی کافی زیادہ ہو چکی تھی اور علمی رجحان فروغ پا چکا تھا اور لکھنے لکھانے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اسلامی سلطنت چونکہ مصر، ایران، روم اور افریقہ تک پھیل چکی تھی اسلیے اسلامی نظام حیات کو عملاً نافذ کرنا ضروری تھا۔ خلافت راشدہ کے دوران مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے مختلف علاقوں کے سفر کیے اس سے اسلامی افکار کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

الف۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (11ھ تا 13ھ)

ان کے دور میں تعلیمی کوششیں یہ تھیں۔

۱۔ قرآنِ مجید کا مدون کرنا

آپ رضی اللہ عنہ کا کارنامہ قرآنِ مجید کو کتابی صورت میں مدون کرنا ہے۔

۲۔ تعلیم نسواں

تعلیم نسواں کے سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نام نمایاں ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اگرچہ اس دور میں فقط چھ ماہ زندہ رہیں تاہم ان کا گھر خواتین کی تعلیم کا مرکز تھا جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ نے بھی تعلیم پر توجہ دی۔

۳۔ بزرگ صحابہ رضی اللہ عنھم کی خدمات

آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بہت سے بزرگ صحابہ نے تعلیم و تدریس کے ضمن میں نمایاں خدمات سرانجام دیں مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب، حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (13ھ تا 23ھ)

عہدِ فاروقی میں تعلیمی ارتقاء کے احوال درج ذیل ہیں۔

نصاب:

نصاب میں قرآن، حدیث، فقہ، حفظ، اشعار اور فن کتابت شامل تھے۔

طریق تدریس:

طریق تدریس میں ذہین طلباء کو علیحدہ اور کم ذہین طلباء کو علیحدہ پڑھایا جاتا تھا۔ جب تک بچہ سبق اچھی طرح نہیں کر لیتا تھا اسے آگے نہیں پڑھایا جاتا تھا۔

لازمی تعلیم:

آپ رضی اللہ عنہ نے لازمی تعلیم کے لیے اقدامات کیے اور گشتی معلم مقرر کیے جو دیہاتوں میں جا کر تعلیم دیتے

تعلیم نسواں:

اس دور میں خواتین کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا قرأت اور کتابت کے سلسلہ میں ایک مدرسہ چلا رہی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے بیٹھ کر مردوں کے سوالات کا جواب دیتیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا اگرچہ چھوٹی عمر میں تھیں تاہم وہ اپنے گھر پر اپنی ہم عمر بچیوں کو قرآن حفظ کرواتیں اور ناظرہ کی تعلیم دیتی تھیں۔

تعلیمی انتظام:

چھوٹے بچوں کو والدین گھر پر ہی تعلیم دیتے تھے۔ بالغوں کے لیے مساجد میں تعلیمی حلقے قائم تھے۔ ان حلقوں کی کل تعداد تمام اسلامی ریاست میں چار ہزار نو سو کے قریب تھی اور یہ حکومت کی نگرانی میں کام کرتے تھے۔

علمی تربیت:

اس عمر میں نوجوانوں کی اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ انہیں چست، توانا اور مستعد بنانے پر توجہ دی جاتی تھی۔

اساتذہ کی تنخواہیں:

اس عہد میں اساتذہ کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ ہر استاد کو پندرہ درہم باقاعدہ مشاہرہ ملتا تھا۔ بعض طلباء کے لیے بھی وظائف مقرر تھے۔

تعلیم جسمانی:

اس دور میں تیر اندازی، نشانہ بازی، دوڑنا، تیرنا ہم نصابی سرگرمیوں میں شامل تھا۔ گویا تعلیم جسمانی کا باقاعدہ اہتمام تھا۔

اعلیٰ تعلیم:

اس دور میں مکہ، مدینہ، کوفہ، دمشق، قاہرہ اور بصرہ میں اعلیٰ تعلیم کے مراکز قائم تھے۔

ابتدائی تعلیم:

اس دور میں تدریس کے باقاعدہ اوقات مقرر کیے گئے۔ جمعہ کو تعطیل کا دن قرار دیا گیا اور ابتدائی تعلیم کی سرکاری سرپرستی کی گئی۔ ابتدائی تعلیم بچے اور بچیاں اکٹھے مساجد میں حاصل کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (23ھ تا 35ھ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں تعلیمی ارتقاء کے احوال درج ذیل ہیں:

قرآنِ مجید کا مستند نسخہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کا مستند نسخہ تیار کرانے کے لیے 35ھ میں ایک کمیشن مقرر کیا۔ اس کمیشن کے سربراہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ اس نسخہ کو ''امام نسخہ'' کہا گیا۔ لوگوں کو حکم جاری کیا گیا کہ وہ اپنے ذاتی قرآن مجید ضائع کردیں اور صرف اس نسخہ کے مطابق نقل تیار کر کے اپنے پاس رکھیں۔ اسی امام نسخہ کی چار نقول جامع مسجد بصرہ، جامع مسجد کوفہ، جامع مسجد قاہرہ اور جامع مسجد دمشق میں رکھوا دی گئیں۔

عربی رسم الخط:

آپ رضی اللہ عنہ کے عہد تک عربی سلطنت وسیع ہو چکی تھی اور عجمی قبائل اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ قرآن مجید کی کتابت کے سلسلے میں بعض املاء کے اختلافات پیدا ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عربی رسم الخط متعین کیا اور املاء کے اختلافات دور کیے۔

قاریوں کا تقرر:

آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قاری مقرر کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو کوفہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو شام، حضرت عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ کو مکہ اور حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں قاری مقرر کیا۔ مسلمانوں کے لیے یہ عام حکم تھا کہ ان قاریوں کا لب و لہجہ اختیار کریں۔ اس طرح قرأت کے اختلافات دور کرنے میں مدد ملی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (35ھ تا 40ھ)

تعلیمی ترقی کا جو عمل حضرت علیؓ سے پہلے خلفائے ثلاثہ کے ادوار میں شروع ہوا تھا وہ بلا تعطل ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں بھی قائم رہا۔ معلم اور متعلم کے درمیان تعلیم و تعلم کا مضبوط، پائیدار اور بہترین تعلق قائم ہو چکا تھا اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کے لیے مختلف حلقے قائم کیے گئے تھے۔

چونکہ فتوحاتِ کی بدولت اسلامی سلطنت وسیع سے وسیع تر ہو رہی تھی اور بہت سے عجمی لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے ان افراد کے لیے قرآن کریم کی تلاوت مشکل تھا۔ ان اہل عجم کے کے لیے عربی زبان اور رسم الخظ سمجھنے کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت تھی۔ حضرت علیؓ نے اپنے قریبی ساتھی اور مشہور تابعی ابوالاسود دولی کو یہ اہم ذمہ داری سونپی۔ ابوالاسود دولی نے مصحفِ قرآنی پر نقطے لگا کر غیر عرب کے لیے آسانی پیدا کر دی۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس نے عربی زبان کے نحوی قواعد بھی وضع کیے جس کی بدولت غیر عرب لوگوں کو عربی زبان سمجھنے اور سیکھنے میں آسانی پیدا ہوئی۔

عہد بنوامیہ اور بنوعباس میں علمی خدمات:

آٹھویں، نویں اور دسویں صدی عیسوی کا زمانہ عرب مسلمانوں کے عروج کا دور ہے جس کے دوران اسلام کی علمبرداری تمام اسلام کی قیادت عرب کی دو اہم شاخوں یعنی بنوامیہ اور بنوعباس کے پاس رہی اور روئے زمین کے ایک بڑے حصے پر ان کا دین و مذہب، ان کی تہذیب و تمدن، ان کے علوم و فنون اور ان کی شان و شوکت کا سکہ رواں رہا۔ لیکن جیسے جیسے دنیوی جاہ و حشم میں اضافہ ہوا اور حرارت ایمان میں کمی آتی چلی گئی اس طرح یہ تناور درخت اندر سے کھوکھلا ہوتا چلا گیا۔

یہ ایک ناقابلِ تردید تاریخی حقیقت ہے کہ یورپ میں احیاء علوم کا پورا عمل اسلام ہی کے زیر اثر شروع ہوا اور یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے یورپ کو مشرق و مغرب کے علوم و فنون سے روشناس کرایا لیکن جیسے ہی یورپ میں بیداری ہوئی اسلام کی شامت آ گئی۔ یورپ مشرق و مغرب دونوں اطراف سے مسلمانوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا لیکن مشرق میں یورپ کے شوق میں نشاۃ ثانیہ کا عمل ظاہر ہو چکا تھا اور عظیم سلطنت عثمانیہ عالم اسلام کے مرکز کے محافظ سنتری کی حیثیت سے کھڑی تھی۔ البتہ مغرب میں اب دولت ہسپانیہ مرنے والی امتوں کے عالم پیری کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔

مشرقی ملکوں پر بہت قوموں نے تسلط حاصل کیا۔ ایران یونان اور روم نے مختلف زمانوں میں ان پر حکومت کی مگر ان پر اپنی تہذیب کا اثر بہت کم ہوا۔ نہ مذہب پھیلا سکے نہ اپنی زبان اور اپنے علوم و فنون کو فروغ دے سکے۔

دسویں صدی میں اندلس میں عربوں کے قیام کی بدولت یورپ کے گوشے گوشے میں علم کا چرچا رہا۔ پانچ صدیوں تک یورپ کی درسگاہوں کا دارومدار عربوں کی ترجمہ شدہ کتابوں پر رہا۔ اس طرح جدید مغربی دنیا کے تمام علمی کارنامے ترقیاں اور محاسن اسلام کے ہی مرہونِ منت ہیں۔

الغرض عربوں نے یونانی علوم کو ایک شاگرد اور مقلد کی حیثیت سے نہیں پڑھا بلکہ انہوں نے یونانیوں سے جتنے علوم بھی حاصل کیئے انہیں دلائل کی کسوٹی پر پرکھا اور تجربے کی بھٹی سے گزارا اور یونانیوں سے جو علمی ذخیرہ لیا تھا اسے بالکل بدل کر آنے والی نسلوں تک پہنچایا اور کیمیا، طبیعات، طب، جغرافیہ، ریاضی، فلکیات اور حیاتیات غرضیکہ سائنس کے تمام شعبوں میں یونانیوں کی تنقید، تردید اور تصحیح کرتے ہوئے تخلیقی کارنامے انجام دیے جن کی ہلکی سی جھلک درج ذیل ہے۔

علمِ طبیعیات:

علم طبیعیات میں مسلمانوں نے نمایاں حصہ لیا ان میں بڑی شخصیتیں الکندی، جاحظ، ابو ریحان البیرونی، رازی، عبد الرحمٰن بن نصیر کی ہیں۔ یعقوب بن اسحاق الکندی ایک جامع الکمالات انسان تھے۔ جنہوں نے علم طبیعیات کیمیا اور فلسفہ پر متعدد تصانیف چھوڑی ہیں۔ مشہور اسلامی مفکر ابو ریحان البیرونی نے علم طبیعیات میں متعدد تصانیف چھوڑی ہیں۔ انہوں نے تحقیق سے بتایا کہ روشنی کی رفتار آواز کے مقابلے میں دو درجہ تیز ہوتی ہے۔ اس نے سمندر کے پانی کے نمکین ہونے کی وجہ بھی بیان کی۔

علمِ کیمیا:

یہ وہ علم ہے جس سے مختلف عناصر کو کیمیاوی طریقہ سے ملا کر نئے مرکبات بنائے جاتے ہیں۔ اس علم میں مسلمانوں کی خدمات دیگر علوم کے برعکس خاصے مشکل حالات میں سامنے آئیں کیونکہ ابتدائی زمانے میں کیمیاء کے تجربات کے لیے سہولتیں میسر نہیں تھیں تاہم مسلمان کیمیا دانوں نے اس علم میں وہ خدمات سرانجام دیں جن کی وجہ سے اس علم کو موجودہ ترقی حاصل ہوئی۔ عربوں نے اس علم میں یونانیوں سے بہت کم استفادہ کیا۔ مسلمانوں نے وہ نئے مرکبات متعارف کرائے جن سے یونانی ناواقف تھے۔ ان مرکبات میں گندھک کا تیزاب، شورے کا تیزاب اور ماء الملوک وغیرہ شامل ہیں۔

جابر بن حیان علم کیمیا کا جدِ امجد خیال کیا جاتا ہے۔ اس نے بہت سے مفید کیمیاوی نسخے تیار کیے اور (100) سے زیادہ تصانیف چھوڑیں۔ مسلمانوں نے طب میں کیمیا کا استعمال کیا ہے اور کم و بیش تمام مسلمان کیمیا دان طبیب بھی تھے۔ انہوں نے برف بنانے کا طریقہ بہت پہلے معلوم کر لیا تھا۔ انہوں نے روئی سے بنایا ہوا سستا کاغذ بنایا نیز عربوں نے ہی ہمیں بارود سازی کی صنعت سکھائی۔ اگر ہماری معیشت پر عرب تہذیب کی یہ یادگاریں نہ ہوتیں تو ترقی اس سطح اور درجہ تک نہ پہنچتی۔

علم ریاضی:

موجودہ صدی میں سائنسی علوم میں بے پناہ تحقیق ہوئی ہے۔ تحقیق و ترقی کی اس دوڑ میں ریاضی دان بھی دیگر سائنس دانوں اور دانش مندوں کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے ہیں۔ بلکہ بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ ماضی قریب میں سائنسی ترقی کا انحصار بہت حد تک ریاضی پر ہے۔

علم ریاضی عربوں کا مخصوص اور مقبول مضمون رہا ہے۔ الکندی کا شمار اگرچہ حکمائے اسلام میں ہوتا ہے لیکن اسے علوم ریاضی میں بھی مہارت حاصل تھی۔

علم طب:

اسلام کی رو سے زندگی کے دو شعبے ہیں ایک مادی اور دوسرا روحانی۔ اسلام ان دونوں شعبوں کی اصلاح و ترقی کا بندوبست کرتا ہے۔ اس اعتبار سے علوم کی دو بنیادی اقسام بیان کی گئی ہیں، علم الادیان اور علم الابدان ۔شروع ہی سے مسلمانوں نے ان دونوں شعبوں میں یکساں جدوجہد کی ہے۔ انہیں جس قدر علم دین سے شغف تھا اتنا ہی انہوں نے مادی اور طبعی علوم میں شوق کا اظہار کیا ہے۔

زہراوی دنیائے اسلام کے سب سے بڑے سرجن ہوئے ہیں۔ ان کی تصنیف ''التصریف'' جس میں آلات جراحی کے نقشے بھی دیے ہوئے ہیں، یورپ میں بہت مقبول ہوئی۔ ہسپتال کا رواج سب سے پہلے مسلمانوں میں ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے طب یونان سے لی تھی۔ لیکن یہ بات سو فیصد درست نہیں ہے۔ مسلمانوں نے یونانی کتب کے ترجموں سے استفادہ ضرور کیا لیکن ان علوم میں مسلمانوں نے نئی روح ڈالی۔ اس فن کو آگے چلایا۔ پہلے سے موجود غلطیوں کی اصلاح کی اور طب اور سائنس کو جو اس سے پہلے محض نظریات تک محدود تھی اور اس کے صحیح یا غلط ہونے کے یکساں امکانات تھے تجربات سے کھرے اور کھوٹے کو الگ کیا اور صحیح نظریات کو واضح کیا چنانچہ موجودہ طب مسلمانوں کی طب کی بنیاد پر قائم ہے۔ اور دائرۃ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار کے الفاظ میں اسے مسلمانوں کی تاریخی دیانت سمجھنا چاہیے پھر انہوں نے بیش بہا اضافوں اور گراں قدر ایجادات و اختراعات کے باوجود اس فن کے ساتھ یونان کی نسبت کو قائم رکھا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جس طب کو یونانی کہتے ہیں وہ بڑی حد تک طب عربی ہے۔

علمِ فلکیات:

علمِ فلکیات اسلامی علوم کا ایک بنیادی علم ہے۔ اس علم میں بھی مسلمانوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے ہندی اور یونانی علوم سے استفادہ کیا۔ ان کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ مختلف ہندی اور یونانی مفکرین کے نظریات کا مطالعہ کیا اور تحقیقات کے شعبے میں غلط نظریات کی نفی کی اور حقیقی علم جس کے پس منظر میں تجربہ کار فرما تھا باقی رکھا۔ یہ علم تجربات سے حاصل ہونے والی ان معلومات کا ماحصل ہے جو بذریعہ حساب یا رصد گاہوں کے آلات کی مدد سے شب و روز کے تعین کے لیے ضروری ہے۔ مسلمانوں نے اس اعتبار سے بطورِ خاص اس علم کا مطالعہ کیا کہ ان کو شب و روز میں پانچ وقت نماز ادا کرنی پڑتی تھی۔ وسط ایشیاء سے لے کر بحیرہ روم، دمشق، سمرقند، قاہرہ، فارس اور قرطبہ تک ماہرین ہئیت کا جال پھیلا ہوا تھا۔ بغداد کے علاوہ قاہرہ اور اندلس میں بھی علم ہیئت کے مدارس قائم تھے۔ بغداد اور دمشق کی رصد گاہوں میں جو مشاہدات ہوئے انہیں کتابی شکل میں بھی مرتب کیا گیا۔ ان رصد گاہوں میں جو تحقیقات کی گئیں وہ انتہائی درست تھیں۔

غزنی بھی بیشتر علمی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ مصر میں فاطمی خلفاء کے عہد حکومت میں علم فلکیات کے مطالعے میں خاصا اضافہ ہوا۔ مختلف خلفاء نے اس پر خصوصی توجہ دی اور سرکاری خزانے کی ایک خطیر رقم رصد گاہ کے لیے مختص کی۔

سلجوقی سلاطین نے اپنے ہاں متعدد ہئیت دان جمع کیے اور ان کے مشاہدات کے لیے ملک شاہ سلجوقی نے نیشاپور میں ایک رصد گاہ قائم کی۔ اس میں شمسی سال کی لمبائی کا صحیح تخمینہ لگایا گیا۔ اسی رصد گاہ میں الخازن نے اپنی قابلِ قدر جدول مرتب کی۔ اسی طرح ایلخانی خاندان نے بھی ایک عظیم رصد گاہ قائم کی جس میں منتخب ہئیت دان کام کرتے تھے۔

زراعت و باغبانی:

قرونِ وسطیٰ میں ہی عرب زراعت کے اصولوں سے واقف تھے۔ اندلس اور سسلی کے لوگوں نے کپاس، خوبانی، ناشپاتی، چاول، تربوز اور بینگن کو بحیرہ عرب کے قرب و جوار کے علاقے میں رواج دیا۔ زراعت پر مسلمانوں نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں۔ عربی زبان زراعتی اصطلاحات سے مالا مال ہے۔

باغبانی اور کاشتکاری مسلم اسپین میں انتہائی عروج پر پہنچ چکی تھی۔ بقول یورپین مصنف ریم ڈریسیز مسلمانوں نے اسپین کو ایک خوشنما شہر بنا دیا تھا جبکہ لندن اور پیرس کے بازاروں میں کیچڑ اور گرد کی وجہ سے چلنا محال تھا۔ علم نباتات کی تعلیم

کے لیے قرطبہ، بغداد اور قاہرہ میں باقاعدہ نباتاتی باغ لگائے گئے تھے جن میں ہر قسم کے تجربے کیے جاتے تھے۔

مسلمانوں نے علم نباتات میں درج ذیل پہلوؤں پر خاصی روشنی ڈالی ہے۔

- زرعی اراضی کی اقسام۔
- زراعت کے لیے زمین کا انتخاب۔
- کھاد کا استعمال اور فوائد۔
- زراعت میں استعمال ہونے والے آلات۔
- پھلدار درختوں کی شجرکاری اور پیوندکاری۔
- پھولوں کی مختلف اقسام، خوشبودار پھول جن سے عطر وغیرہ کشید کیا جاتا تھا۔
- ایسے درخت دریافت کیے جن سے مختلف قسم کی گوند حاصل کی جاتی تھی۔
- مختلف پودوں کے جنسی اعتبار سے جوڑوں پر تحقیقات
- نباتات کے اصلی وطن ان کے اگنے کے لیے زمین کی نوعیت اور مختلف علاقوں کی مختلف ترکاریوں اور پودوں کے بارے میں معلومات

عرب اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ کس طرح فصلوں کو بدل بدل کر کاشت کرنا چاہیے۔ اندلس میں بعض ماہرین کے پاس نباتاتی باغات اور آزمائشی کھیت ہوا کرتے تھے جہاں وہ ہر وقت مختلف پودوں وغیرہ پر تحقیقات کرتے تھے۔ اس کے علاوہ باہر سے لائے گئے پودوں پر بھی تحقیقات کی جاتی تھیں تاکہ ان کے لیے موزوں موسم اور زمین کا پتہ چلایا جا سکے۔

زراعت میں مسلمانوں کی کتابیں ان کے ذاتی مشاہدات پر مبنی تھیں۔ اس وقت دنیا کی مختلف لائبریریوں میں مسلمانوں کی جو کتابیں اس موضوع پر ملتی ہیں وہ زراعت کی تمام شاخوں پر مشتمل ہیں۔ اور وہ نصابی کتب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کتابوں کے مصنفین اپنے زمانے کے زراعت کے ماہرین تھے۔ اس طرح ان کی کتابوں کی تاریخی اعتبار سے بھی اہم حیثیت ہے۔ تصنیف و تالیف کے بڑے بڑے مراکز قرطبہ، طلیطلہ، اشبیلیہ اور غرناطہ تھے۔

فنونِ لطیفہ:

فنون لطیفہ ایک جامع اصطلاح ہے۔ اس میں وہ تمام انسانی افعال و اعمال شامل ہیں جو تخلیقِ حسن کے لیے وقف ہیں۔ یہاں پر پانچ اقسام کے فنونِ لطیفہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

i۔ خطاطی:

طلوعِ اسلام سے پہلے عربوں میں خط نبطی رائج تھا۔ جو بعد میں خط کوفی کہلایا۔ عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ ... میں اسی کا استعمال ہوتا رہا اس کے حروف نقطوں اور اعراب سے مبرا تھے۔ اہلِ عرب نقطوں اور اعراب کے بغیر اس ... لیتے تھے مگر جب عجمی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو ان کے لیے اس خط کو پڑھنا مشکل ہو گیا۔ اور وہ حروف ... اعراب میں غلطی کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے ایک شاگرد ابو الاسود رحمتہ اللہ علیہ نے ہم شکل حروف کے تلفظ میں ... کرنے لے لیے نقطے ایجاد کیئے۔

بنو امیہ کے دور میں اس خط کو مزید آسانی کے ساتھ پڑھنے کے لیے حجاج بن یوسف نے حرکات ... اعراب (حرکات) ایجاد کیئے۔ اس کے بعد ابن مقلہ نے خط کوفی کو ترقی دے کر ایک نیا خط ایجاد کیا جو حسن ... بے مثال تھا۔

ii۔ ظروف سازی:

اسلامی ممالک میں مٹی کی ظروف سازی میں بڑی ترقی ہوئی۔ ان کی چمک دمک میں اضافہ کیا گیا۔ ... میں تیار کردہ مٹی کے برتن چینی کے برتنوں پر سبقت لے گئے۔ مسلم اسپین نے مٹی کی ظروف سازی میں مزید ... میں اٹلی کے لوگوں نے اسپین کی مٹی کے ظروف کی نقل کی۔

iii۔ شیشہ سازی

دمشق شیشہ سازی اور اس کی مصنوعات کا دنیا میں سب سے بڑا مرکز تھا۔ ایران اور عراق کے ... کے متعدد ظروف میں چرخی کے ذریعے کٹائی کر کے جو آرائش کی گئی وہ گہرے تمغہ نما دائروں سے عبارت ... میں مصر کی شیشہ گری بھی کمال کو پہنچ چکی تھی۔ مصری صنعت کے بڑے بڑے مراکز فسطاط اور اسکندریہ ... شیشہ گروں کا ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شیشہ کے ظروف کو رنگین مینا کاری سے مزین کیا۔

iv۔ ہاتھی دانت

عربوں نے ہاتھی دانت کے فن کو بھی ترقی دی۔ مصر میں ایوبی اور مملوکی عہد میں ہاتھی دانت میں ...

وی جاری رہی۔ اندلس کے اموی فرمانرواؤں کے عہد میں ہاتھی دانت سے بنائے گئے گول اور مستطیل ڈبے اور صندوقچے
ت مقبول تھے۔ ہاتھی دانت کے علاوہ سونے اور چاندی کے زیورات اور ظروف سازی میں مسلمان گھرانے اپنے پیش
ں سے سبقت لے گئے تھے اور دوسری دھاتوں میں پیتل، تانبے اور کانسی کے سامان تیار کرنے میں انہوں نے بڑی
ست، مہارت اور جدت کا ثبوت دیا ہے۔ ان کے فن کی نقالی بعد میں یورپ کے فیشن پرست شہروں میں کی گئی۔

فن تعمیر

فن تعمیر کسی قوم یا ملک کا صحیح عکس ہوتا ہے۔ اسلامی عمارتوں میں سادگی کے ساتھ ساتھ دلکشی اور دل فریبی نمایاں
بی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں مسجد اور مکان
کے بیک وقت مذہبی اور دفتری دونوں قسم کے طرز تعمیر کی بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی۔

مسلمان معماروں نے اپنی تعمیرات میں بہت جلد کمان کی فنی حیثیت کا اندازہ کر لیا جو آگے چل کر مسلمانوں کے
تعمیر کا ایک حصہ بن گئی۔ مسلمانوں کے فن تعمیر کا ہر ایک نمونہ ظاہر کرتا ہے کہ اس میں تعمیر کے ساتھ زیب و زینت پر بھی
گیا ہے۔ خصوصاً مسجد کے اندرونی حصہ کی زیب و زینت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

برصغیر پاک و ہند پر مسلمانوں نے آٹھ سو برس حکومت کی ہے اس دوران ان کی تعمیر کردہ عمارات کو تین مختلف
میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلی چار صدیوں میں ایک خاص مسلم کلاسیکی طرز تعمیر قائم ہوا جس میں مقامی طرز تعمیر کا امتزاج موجود ہے۔

پندرہویں صدی سے شروع ہوا جس میں علاقائی طرزیں زیادہ نکھریں۔

تیسرا دور خاندان مغلیہ کے شاہانہ طرز تعمیر کا دور ہے۔ اس کی بہترین مثال آگرہ کا تاج محل ہے۔

غرض اسلام نے اپنے پیروکاروں کو تحقیق، غور و فکر، تسخیر کائنات اور مشاہدہ و تجربہ کی دعوت اور تعلیم دی تھی۔ اس

CAMPUS

کی بنیاد پر مسلمانوں نے بعد میں ضروریات زمانہ کے مطابق علوم وفنون حاصل کیے اور ان کو درجہ کمال تک پہنچایا اور ایک اعلیٰ اور نیا تمدن دیا۔ یہ مسلمانوں کے علوم وفنون تھے جنہوں نے بالآخر مغربی دنیا کو اس قابل بنایا کہ اس نے جدید ایجادات کے سلسلے میں دنیا بھر کی امامت حاصل کر لی اور مسلمانوں نے اپنی غفلت اور عاقبت نا اندیشی سے قرآن کا دامن چھوڑا تو جہاں روحانیت اور اخلاق کا جنازہ نکلا وہاں دوسرے علوم وفنون اور سائنس سے بھی ہاتھ دھو آج ہماری سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنی سائنسی روایات کو ازسرِ نو زندہ کریں۔

مشق

سوال 1: درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

الف۔ اسلام سے پہلے دنیا کی علمی حالت کا جائزہ لیں۔

ب۔ اسلام سے پہلے عربوں کی علمی حالت کا جائزہ لیں۔

ج۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں علم کی اہمیت واضح کریں۔

د۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں علمی ترقی بیان کریں۔

ہ۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں علمی ترقی کیسے ہوئی؟ وضاحت کریں۔

و۔ ترویج اسلام کے بعد مسلمانوں نے کن علوم وفنون میں ترقی کی بیان کریں۔

سوال 2: مختصر جواب دیں۔

الف۔ عرب سے باہر کن کی حکومتیں تھیں؟

ب۔ عرب کن علوم کے ماہر تھے؟

ج۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ''صفہ'' کا کیا کردار تھا؟

د۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں کیا علمی پیش رفت ہوئی؟

ہ۔ علم فلکیات سے کیا مراد ہے؟ مسلمانوں نے اس علم میں کہاں تک ترقی کی؟

ریاضی میں مسلمانوں نے کیا کارہائے نمایاں ادا کیے؟

فن تعمیر میں مسلمانوں کی کیا خدمات ہیں؟

ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کس شہر میں ہوئی؟

(i) مکۃ المکرّمہ (ii) مدینہ منورہ (iii) یمن (iv) سعودی عرب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سربراہانِ ممالک کو کس چیز کی دعوت دی؟

(i) اسلام کی (ii) جنگ کی (iii) جہاد کی (iv) وراثت کی تقسیم کی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سربراہانِ ممالک کو بھیجے گئے خطوط پر کس چیز سے مہر ثبت ہوتی تھی؟

(i) انگشتری سے (ii) سیل سے (iii) سیاہی سے (iv) بند لفافہ ہوتا تھا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کونسے خلیفہ راشد ہیں؟

(i) اول (ii) دوم (iii) سوم (iv) چہارم

جامع القرآن کون تھے؟

(i) حضرت علی رضی اللہ عنہ (ii) حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(iii) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (iv) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

س4۔ خالی جگہ پر کریں۔

الف۔ ورقہ بن نوفل مکہ مکرمہ کا ایک باشندہ تھا جس نے زمانہ جاہلیت میں ______ اور ______ کو عربی میں منتقل کیا۔

ب۔ قرآن مجید کو مدون کرنے کا کام حضرت ______ نے کروایا۔

ج۔ اسلامی ریاست میں ______ کو مرکزیت حاصل تھی۔

د۔ باغبانی اور کاشتکاری مسلم ________ میں انتہائی عروج پر پہنچ گئی۔

ہ۔ فنِ تعمیر کی بہترین مثال آگرہ کا ________ ہے۔

سرگرمی

معلم / معلّمہ، طلباء / طالبات کو کمرہ جماعت میں دو گروپوں میں تقسیم کر کے ایک گروپ کو اسلام سے قبل علمی حالات قلم بند کرنے کا کام حوالہ کرے۔ دوسرے گروپ کو اسلام کے بعد علمی حالت تحریر کرنے کا کام تفویض کرے۔

CAMPUS
CAMPUS
CAMPUS